

قائد اعظم اور تحریک آزادی کشمیر

— آغا حسین ہمدانی —

کشمیر کی قدیم تاریخ پانچ ہزار سال ق م سے شروع ہوتی ہے۔ قبل از اسلام یہاں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ جب اشوک نے ۲۵۰ ق م میں کشمیر کو فتح کیا تو ہندومت کی جگہ بدھ مت نے لے لی۔ جس کے پیروکاروں کی حکومت نو سو سال تک قائم رہی۔ اگرچہ راجہ ہرش کے دور حکومت میں بعض مسلمان کشمیری فوج میں ملازم تھے بلکہ مگر کشمیر میں اسلام کی موثر اور منظم تبلیغ چودھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اور اسلام کے پہلے صوفی مبلغ حضرت بلبل شاہ نے ۱۳۲۰ء میں سرزمین کشمیر پر اپنا مبلغ قدم رکھا۔ اس وقت کشمیر کا حاکم رچنچا تھا۔ جو بدھ مت کا پیروکار ہونے کے باوجود اس مذہب سے غیر مطمئن تھا اور حق کی تلاش میں تھا۔ اس کی ملاقات جب حضرت بلبل شاہ سے ہوئی تو وہ اسلام کی سادہ تعلیمات اور شاہ صاحب کے ذاتی کردار سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا اسلامی نام سلطان صدر الدین رکھا گیا۔ اسی کے ہاتھوں کشمیر میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی۔ سلطان شہاب الدین کے عہد حکومت (۱۳۷۲ء) میں اسلام کا ایک بڑا عالم اور صوفی سید علی ہمدانی ولایت کشمیر میں سات سو ساتیوں کے ہمراہ وارد ہوا۔ کشمیر میں اسلام کی تعلیم کو عام کیا اور اس نے مختلف مقامات پر مکتب، اشفاخانے اور صنعت گھر قائم کئے۔ سید علی ہمدانی کی مساعی سے ۳۷ ہزار کشمیری اسلام لائے۔ سلطان کشمیر ۱۵۵۵ء تک برسر اقتدار رہے اور پھر چک خاندان کی حکومت قائم ہوئی۔ جس کا خاتمہ ۱۵۸۶ء میں ہوا۔ اگرچہ کشمیر فتح کو کے لے

۱۹۲

۱۹۲

(1) Stein, M.A., Kalhana's Rajatarangini, (London) p. 397

(2) B.P.N. Kaul, A History of Kashmir (Dehli, 1962), p. 287

سلطنت مغلیہ میں داخل کر لیا۔ برصغیر میں مغلوں کی حکومت کمزور ہوتے ہی کشمیر ان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ اور ۱۵۵۰ء میں احمد شاہ ابدالی نے اسے فتح کر کے افغان حکومت قائم کی جو ۱۸۱۹ء تک رہی۔ پھر ۱۸۱۹ء میں بھیت سنگھ نے کشمیر پر اپنا تسلط جمایا۔ سکھ حکومت تیس سال تک قائم رہی۔ انگریزوں نے ۱۸۴۶ء میں سکھوں کو شکست دے کر لاہور پر قبضہ کیا تو گلاب سنگھ والی جنوں نے معاہدہ احمد نگر کے تحت کشمیر کو ۵۰ لاکھ روپے کے عوض خرید لیا۔ گلاب سنگھ پوری ریاست جموں کشمیر کا مالک بن گیا اور یوں ڈوگرہ حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ ڈوگرہ راج تاریخ کا بدترین دور تھا۔ مسلمانوں کو سیاسی و معاشی طور پر ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ جہادی ٹیکس عائد کئے گئے۔ مسلمان زمینداروں کا استحصال کیا گیا۔ ڈوگرہ حکومت نے ہجری محنت کے ظالمانہ سلوک کو رائج کیا۔ جن کے متعلق سردار ابراہیم نے بحوالہ مسٹر ٹائیٹ لکھا ہے:

”ان مظالم انسانوں کے قافلے کا منظر اس وقت نہایت دردناک ہوتا تھا۔ جب یہ منوں اجناس اپنے سر پر اٹھانے کو مجھ کر آئی چلچلاتی دھوپ میں استوائے گلگت جانے والے ویران راستوں پر چل رہے ہوتے تھے۔ منظر سائبریا کی سرگرمی کی یاد دلاتا ہے۔ یہ لوگ کوئی مجرم نہیں کاشت کار مسلمان ہیں“۔

آزاد ریختے اور عریضے ایک مسلمان کی فطرت میں داخل ہے۔ آزادی کی اس تڑپ نے جنگ عظیم کے بعد سے ریاست جموں کشمیر کے مختلف علاقوں میں متعدد بار مظالم مسلمانوں کو ڈوگرہ راج کے خلاف آواز اٹھانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں پہلی بار کشمیری مسلمانوں نے وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ سے ملاقات کر کے ڈوگرہ راج کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ کشمیری عوام کو ان کے حقوق دیئے جائیں۔ لارڈ ریڈنگ کے کہنے پر مہاراجہ نے ایک کمیٹی مقرر کی مگر وائسرائے کی واپسی کے بعد مہاراجہ نے مطالبہ کرنے والے مسلمانوں کو جیل بھیج دیا اور اجیل کو ریاست بدر کر دیا۔ اس زمانہ میں جموں کے چند تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانوں نے جن میں چوہدری غلام عباسؒ پیش پیش تھے، ”ینگ مسلم ایسوسی ایشن قائم کر لی۔ جس کا پہلا

(۱) Sardar Mohammad Ibrahim Khan, The Kashmir Saga (Lahore, 1965) p-14

اے سلیم خان گئی کشمیر ادب و ثقافت (کراچی ۱۹۶۳ء) ص ۲۵
 اے چوہدری غلام عباسؒ ۳۰ فروری ۱۹۰۴ء کو جموں کے متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مقامی مشن اور گورنمنٹ اسکولوں سے انٹرس کیا۔ طالب علمی کے دوران سیاست میں داخل ہوئے اور یگ مینز ایسوسی ایشن (انگلینڈ) کے

اجلاس ۱۹۲۳ء میں ہوا۔ ایسوسی ایشن نے دو اہم خدمات انجام دیں۔ ایک تو جموں کے مسلمانوں میں سیاسی سرگرمیوں میں دلچسپی لینے کا شوق پیدا کیا۔ اور دوسرا ایسوسی ایشن کے پلیٹ فارم سے وہ لیڈر شپ عوام میں متعارف ہوئی جس نے آگے چل کر ریاست کی سیاست میں اہم رول ادا کیا۔

وادی کشمیر میں سیاسی شعور کا دور جموں سے بہت بعد میں شروع ہوا۔ سری نگر میں سیاسی کام کی ابتدا کرنے والے وہ مسلمان نوجوان تھے جو ہندوستانی یونیورسٹیوں میں تعلیم سے فارغ ہو کر ریاست پہنچے تھے۔ ان نوجوانوں کی باقاعدہ تنظیم شیخ عبداللہ نے کی۔ شیخ عبداللہ ۱۹۳۰ء میں جموں آئے تو چوہدری غلام عباس سے ملاقات ہوئی اور اس طرح دونوں تنظیمیں ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں۔ اسی ملاقات میں سری نگر میں "سینگ مینز ایسوسی ایشن" کی تلخ قائم کرنے کی منظوری ہوئی۔ شیخ عبداللہ اور چوہدری غلام عباس نے آگے چل کر تحریک آزادی کشمیر میں ایک نئی روح بھونکی۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے عہد کے موقع پر خطبہ نماز پر جو جھگڑا ہوا، اس سے تحریک آزادی ایک نئے اور اہم مرحلہ میں داخل ہو گئی۔ بقول چوہدری غلام عباس اگر یہ دن کیلنڈر میں موجود نہ ہوتا تو یقیناً ریاست کشمیر کی سیاسی تاریخ جو ۱۹۳۱ء سے آج تک مرتب ہو رہی ہے، بالکل مختلف ہوتی۔ ۱۹۳۲ء میں پہلی بار کشمیر میں مسلم کانفرنس منعقد کی گئی جس کا اولین مطالبہ ریاست میں زرعی اصلاحات نافذ کرنا تھا۔ یہ کانفرنس ۱۹۳۸ء تک

(گزشتہ صفحے آگے) کا احیاء کیا۔ بی۔ اے کے بعد کچھ عرصہ سرکاری ملازمت کی۔ ۱۹۳۱ء میں لاہور سے قانون کی ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد زندگی تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ کا لازمی جز بن گئی۔

(ممتاز احمد، مسئلہ کشمیر (لاہور ۱۹۷۰ء) ص ۳۷)

۱۔ شیخ محمد عبداللہ جس نے کشمیر کی سیاست میں اہم رول ادا کیا، دسمبر ۱۹۰۵ء میں سری نگر کے ایک تاجر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں سری نگر سے ایف ایس سی کر کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور پھر ۱۹۲۸ء میں علی گڑھ سے ایم ایس سی کیا۔ علی گڑھ سے واپسی پر سری نگر کے ایک اسکول میں کچھ عرصہ کام کیا۔ پھر استعفیٰ دے کر ساری توجہ سیاسی جدوجہد کی طرف مبذول کر دی۔ (ممتاز احمد، کتاب سابقہ، ص ۳۹)

۲۔ چوہدری غلام عباس، کشمکش (آرڈو اکیڈمی، لاہور ۱۹۵۰ء) ص ۵۳

کثیر لوگوں کی معاشی و سیاسی اور معاشرتی اصلاحات کے لئے سرگرم عمل رہی۔

جوزے ۱۹۳۸ء میں مسلم کانفرنس کے اجلاس میں شیخ عبداللہ نے یہ تجویز منظور کرائی کہ اس تنظیم کا نام تبدیل کر کے نیشنل کانفرنس رکھا جائے۔ دراصل شیخ عبداللہ کانگریسی لیڈروں کے خیالات سے بہت متاثر تھے۔ اور وہ ریاست کشمیر میں کانگریسی فکر کو رواج کرانے کے لئے ایک نیشنلسٹ تنظیم قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ دوسری طرف مسلم کانفرنس کے وہ ممبر شملہ چوہدری غلام عباس اور سر ڈاکٹر ہارمن وغیرہ نے مسلم کانفرنس کو از سر نو زندہ کیا اور اپنا سیاسی مستقبل مسلم لیگ سے وابستہ کر دیا۔ اس زمانے میں مسلم لیگ قائد اعظم کی قیادت میں مسلمان ہندوپاک کی آزادی کے لئے کام کر رہی تھی۔ لہذا قائد اعظم نے ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء میں ریاست کشمیر کی تحریک آزادی کے متعلق یہ بیان دیا :-

”ریاستوں میں یہ شورشیں کیوں ہے، حیدرآباد میں آریہ سماجیوں اور ہندو مہاسبھیائیوں کی تمام طاقتیں کیوں جمع کی جارہی ہیں۔ کانگریس سے پوچھتا ہوں کہ وہ کشمیر میں کیا کر رہی ہے؟ آریہ سماجی، ہندو مہاسبھیائی کانگریس قوم پرست اور کانگریسی اخباریہ سب کشمیر کے معاملے میں کیوں چپ سادھے ہوئے ہیں؟ کیا اس وجہ سے کہ کشمیر ہندو ریاست ہے یا اس وجہ سے کشمیر کی آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ قائد اعظم نے قرارداد پاکستان (۱۹۴۰ء) کے اجلاس میں مسلم کانفرنس کے زعماء کو شرکت کے لئے دعوت نامے بھیجے تاکہ مطالبہ پاکستان میں وہ تمام عناصر ہم زبان ہوں جو اس کے اجرائے ترکیب میں شامل ہیں۔ قائد ریاست کشمیر پر ڈوگرہ ظلم و تشدد کے سخت خلاف تھے اور انھوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس تحریک کو برعکس تقویت پہنچانے کی سعی کی، خواہ وہ مسلم کانفرنس کی جانب سے ہوں نیشنل کانفرنس کی طرف سے۔ لہذا آپ نے کانگریس کے ساتھ شدید نظریاتی اختلاف کے باوجود شیخ عبداللہ کی دعوت پر استقبال میں نہایت فراخ دلی سے شرکت کی۔ اور سر پیچر میں نیشنل کانفرنس کے سپاس نامے کا یوں جواب دیا :-

کشمیر کی تحریک آزادی میں ریاست کی مسلم اکثریت کے ساتھ ہندو اور سکھ اقلیتیں بھی شامل ہیں اور اس کا بھی یہی اہتمام ہے کہ کشمیر پر ڈوگرہوں کا قبضہ نہایت اور غاصبانہ ہے۔ مسلم لیگ ریاست کی تحریک

آزادی میں ریاستی عوام کے ساتھ تھے۔

قلند نے مسلم کانفرنس کی حمایت کے لئے انہیں مسلم لیگ کی باقاعدہ اعانت کا یقین دلایا اور کشمیر کے دورہ ۱۹۴۳ء کے دوران مسلم کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

”کشمیر میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے، اکثریت کا فرض ہے کہ وہ وطن کو آزاد کرنے کی جدوجہد کرے۔ اگر ریاست کی اقلیتیں اس جدوجہد میں اکثریت کا ساتھ دیتی ہیں تو ان کے اس جذبہ حب الوطنی کی قدر کرنی چاہیے اور حصول آزادی کے بعد ان کے ساتھ فرزندلانہ برتاؤ کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی اکثریت کی طرح آزادی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

۱۹۴۶ء میں مسلم کانفرنس کے زعماء قائد اعظم سے شملہ میں ملے تو یہ فیصلہ ہوا کہ قائد اعظم کو کشمیر کے حالات سے باخبر رکھنے کے لئے مسلم کانفرنس اپنا رابطہ قائم رکھے گی۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے ۵ جون ۱۹۴۶ء کو قائد نے کہا:-

”کشمیر سے متضاد اطلاعات آرہی ہیں مسلم کانفرنس کے جن لیڈروں نے مجھ سے شملہ میں ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے رپورٹ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جھگڑے کا وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ مگر حکومت کا طریقہ تشدد کا ہے۔ اور ہر جگہ مسلمان ہی نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ جب تک رپورٹ نہ پہنچے میں اپنی دانت کے اظہار سے اجتناب کروں گا۔ مگر میں کشمیر کے مہاراجہ اور وہاں کے وزیر اعظم سے یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ براہ مہربانی آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی بے گناہ مسلمان کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے۔ میں اس بات پر زور دوں گا کہ لاپرواہی سے کام نہ لیا جائے ورنہ آپ مسلمانوں کو اس آگ میں کودنے پر مجبور کر دیں گے۔“

قلند کے ان الفاظ سے مسلم کانفرنس کو مزید تقویت پہنچی لہذا انہوں نے جون ۱۹۴۶ء میں ایک قرارداد کے ذریعے ریاست کے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ڈائریکٹ

۱۔ میر غلام احمد کشمیری، کشمیر ہمارا ہے۔ لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۲۹۷

۲۔ ایضاً - ص ۲۹۸

۳۔ قائد اعظم، اجلاس مسلم لیگ کونسل دہلی ۵ جون ۱۹۴۶ء

ایکیش کے لئے تیار ہو جائیں۔ ڈاکٹر کیٹ ایجنٹ کی تفصیلات طے کرنے کے لئے مسلم کانفرنس کا اجلاس ۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہونے والا تھا۔ مہاراجہ نے اس پر پابندی لگائی اور کانفرنس کے کئی رہنماؤں کو جن میں چوہدری غلام عباس بھی شامل تھے، جیل بھیج دیا۔ اس کے باوجود مسلم کانفرنس نے ۱۹۴۷ء کے عام انتخابات میں کشمیر اسمبلی کی ۲۱ میں سے ۱۵ نشستیں حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلم کانفرنس ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو جب حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا تو ریاستوں کے بابے میں طے پایا کہ ریاستوں کے حکمران بھارت یا پاکستان جن کے ساتھ چاہیں الحاق کر سکتے ہیں۔ اس پر قائد نے مسلم کانفرنس کے زعماء سے ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء کو ملاقات کی، جس کے بعد قائد نے کہا: "کثیر مسلمانوں کے ذہن اور توجہ پر چھایا ہوا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ آیا کشمیر پاکستان میں شامل ہو رہا ہے۔ میں ایک سے زائد مرتبہ یہ واضح کر چکا ہوں کہ ہندوستانی ریاستیں اس امر کا فیصلہ کرنے میں آزاد ہیں کہ وہ پاکستان کے ساتھ شامل ہوں یا ہندوستان کے ساتھ یا خود مختار آزاد ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ چاہیے کہ مہاراجہ اور حکومت کشمیر اس مسئلہ پر انتہائی توجہ اور خلوص نیت سے غور کریں گے اور صرف حکمرانی کے مفادات کو ملحوظ نہ رکھیں گے۔ لیکن عوام کے مفادات کا بھی خیال رکھیں گے۔ ہم پہلے بھی ڈاسکاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ہم کسی ریاست کو مجبور کریں گے، نہ ڈراموں دھمکائیوں کے نہ کسی اور قسم کا دباؤ ڈالیں گے۔" لے

قائد کا یہ بیان مسلم لیگ اور پاکستان کی کثیر اور دیگر ریاستوں کے متعلق پالیسی کا ایک شاندار باب ہے اور اسی نصاب العین کے تحت مسلم کانفرنس نے جو ریاست کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک قرارداد کے ذریعے پاکستان کے ساتھ الحاق کا رسمی طور پر اعلان کر دیا۔ وقت راز داد حسب ذیل تھی:-

"مسلم کانفرنس کا یہ کنونشن اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ جغرافیائی حالات، مجموعی آبادی کی اسی فی صد مسلم اکثریت، پنجاب کے اہم دباؤوں کی ریاست میں سے گزر گاہیں، زبان، ثقافتی، نسل، معاشی تعلقات

اور ریاست کی سرحدوں کے پاکستان سے اشتراک یہ سب حقائق اس بات کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ ریاست جموں و کشمیر پاکستان کے ساتھ الحاق کرے۔“

لیکن مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے خلاف کانگریس بھی ریاست کشمیر کو ایک سازش کے ذریعے ہتھیانے کے لئے مصروف عمل تھی۔ ۱۹۴۶-۱۹۴۷ء کے ایک حصے میں بڑے بڑے کانگریسی لیڈر، گاندھی جی، کرپانی اور دوسرے کانگریسی رہنما مہاراجہ کی حکومت کے ساتھ ساز باز میں مصروف تھے اور ساتھ ہی ساتھ نیشنل کانفرنس کے جلاوطن لیڈر شیخ محمد عبداللہ، بخشی غلام محمد سے، جو قید میں تھے، ملاقاتیں جاری رکھیں۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو شیخ عبداللہ کو اچانک مہاراجہ نے رہا کر دیا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ نے کشمیر کا بھارت سے الحاق کا اعلان کر دیا۔ ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو نیشنل کانفرنس نے شیخ عبداللہ کی سربراہی میں حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔ اور مسلم کانفرنس کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ ڈوگرہ راج کے اس اقدام پر ریاست کشمیر میں آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی اور مسلم کانفرنس کے زعماء سردار محمد ابراہیم خان اور سردار عبدالقیوم خان کی قیادت میں مجاہدین آزادی نے ریاست کا ایک بڑا حصہ مہاراجہ کے چنگل سے آزاد کرالیا اور ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ایک آزاد جموں و کشمیر حکومت قائم کر دی گئی۔

اس الحاق پر قائد نے فرمایا:-

”ہری سنگھ نے ریاستی عوام کی مرضی کے خلاف بھارت کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کی جس سے کشمیری عوام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اس الحاق کے مخالفین میں مسلم اکثریت کے علاوہ غیر مسلموں کی اکثریت بھی ہے، جو ہری سنگھ کے اس اقدام کو ریاست اور ریاستی عوام کے مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کشمیری عوام نے ہری سنگھ سے اپیل کی کہ وہ ریاست کے مستقبل کو پاکستان کے ساتھ شامل کرے۔ لیکن اس نے ذاتی اقتدار کی ہوس میں اس عوامی مطالبہ کی طرف توجہ نہ دی اور ان کو دبانے کے لئے طاقت استعمال کی۔ لیکن عوام نے طاقت کا جواب طاقت سے دیا اور ہری سنگھ کو ریاست سے مہاجگنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنا اقتدار بچانے کے لئے بھارت کی پناہ لی۔ جو اس بات کا

بین ثبوت ہے کہ کشمیر بھارت میں شامل نہیں ہوا بلکہ ہری سنگھ شامل ہوا ہے۔" لے

قائد اعظم نے مسئلہ کشمیر کو برہمن طریقے سے حل کرنے کے لئے بھارتی حکمرانوں کو برہمن کشن کی کر
پاکستان اور بھارت کے گورنر جنرل کی نگرانی میں کشمیر میں استصواب رائے عامہ کرایا جائے اور کشمیر کے عوام
جو فیصلہ کریں، دونوں حکومتیں اسے تسلیم کر لیں۔ لیکن بھارت نے اس تجویز کو مسترد کر کے کشمیر پر فوجی قوت
کے ذریعے قبضہ کرنے کے لئے حملہ کر دیا۔ قائد کو حیب اس حملہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے حکم دیا کہ بھارتی
جارجیت کو روکنے کے لئے وادی کشمیر میں پاکستانی فوج بھیج دی جائے۔ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے
یکم نومبر کو قائد اور لارڈ مونٹ بیٹن کی ملاقات لاہور میں ہوئی۔ لے۔ کے جانسن اپنے روزنامے میں
لکھتا ہے کہ "اس ملاقات میں قائد نے اہم نکات کشمیر میں جو سنگین حالات پیدا ہوئے ہیں، ان کی فوری
حکومت ہندوستان پر ہے۔" لے ۲۔ قائد نے لارڈ مونٹ بیٹن کے سامنے سہ نکاتی تجاویز پیش کیں (۱)۔
فوری جنگ بندی (۲) افواج کی واپسی (۳) استصواب رائے۔ لیکن بھارتی حکمرانوں نے ان تجاویز کو ماننے
کی بجائے مسئلہ کشمیر کو یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔ اقوام متحدہ میں کشمیر کے مسئلہ سے
متعلق قائد نے اپنے وزیر خارجہ کی قیادت میں ایک وفد روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ کوئی قرارداد اس
وقت تک منظور نہ کی جائے جب تک اس میں استصواب رائے کے طریق کار کا تفصیلی ذکر نہ کیا جائے۔
اس وفد کے ایک ممبر اصفہانی صاحب کا کہنا ہے کہ میں مسلسل امریکہ سے قائد کو مسئلہ کشمیر سے متعلق
تمام کارروائی سے آگاہ کرتا رہا جس سے وہ بڑے خوش ہوئے۔ قائد نے اپنے ایک خط بنام اصفہانی
یہ لکھا کہ ہم ان سب مسائل سے جن کا ہمیں سامنا ہے، کامیابی سے عہدہ برآ ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ
ہمارا موقف جرح ہے اور ہم صورتحال کا دیا بتداری سے مقابلہ کر رہے ہیں اور عدل و انصاف کے لئے
لڑ رہے ہیں۔

لے میر غلام احمد کشنی، کتاب سابقہ، ص ۳۰۰

لے A.K. Johson, Mission with Mountbatten - بھوارجی اللانہ۔ قائد اعظم جناح

(کراچی ۱۹۷۰ء) ص ۵۹۰

لے حسن اصفہانی، قائد اعظم جناح، (کراچی ۱۹۶۸ء) ص ۳۰۸

قائد کو اس امر کے بارے میں مطلقاً شک نہیں تھا کہ حق و انصاف کی جنگ میں ہماری کامیابی یقینی ہے اور کشمیر کا مسئلہ انصاف کے اصولوں کے تحت حل ہو جائے گا۔ کشمیر کو وہ پاکستان کا ایک لازمی جزو تصور کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے اپنی وفات سے چند روز قبل کہا تھا کہ کشمیر سیاسی اور فوجی اعتبار سے پاکستان کی شہ رگ ہے۔ کوئی باغیتر قوم اور خوددار ملک یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اپنی شہ رگ کو دشمن کی تلوار کے حوالے کر دے۔ مگر افسوس کہ کشمیر کی آزادی کا یہ داعی اپنی زندگی میں اپنے نصب العین کو نہ پاسکا اور اسی ستمبر ۱۹۴۸ء کو اپنے دل میں اس بہت بڑے صدمے کو سمیٹے ہوئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنی کتاب "میرا کھانا" میں لکھتی ہیں کہ قائد اعظم جب موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے تو غشی کی حالت میں بھی ان کی زبان پر مسئلہ کشمیر بھی زندہ تھا اور موت سے چند لمحے پہلے وہ بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑا رہے تھے کہ حق خودارادیت کشمیر کے مسلمانوں کو ضرور ملے گا۔

"کشمیر.... انہیں دین..... حق..... فیصلہ کرنا....."۔ یہ تمام واقعات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ قائد کو کشمیر اور مسلمانانِ کشمیر کی آزادی بہت عزیز تھی۔

○○